پاکستان کی نظریاتی اساس کے تقاضے اور موجودہ نصاب تعلیم

ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

خدیجہ اکبر خان*

ڈاکٹر حافظ انس نضر**

ABSTRACT

Pakistan is an Islamic country. The ideological basis of a Pakistan plays the vital role in the protection and progress of the country which has some particular needs for which the government manage all of the sources and resources and it also train the new generation to enable them to protect the ideological basis of the Pakistan where the curriculum can play the vital role.

It is very important to analyses that what are the particular needs of the ideological basis of the Pakistan and how the educational curriculum can protect and develop the ideological basis of Pakistan?

The objective of the study is to analyses the curriculum of Pakistan whether it meets the needs of the ideological basis of the Pakistan or not?

This study will be very helpful for the whole community but especially for the curriculum development committees, students and teacher who can understand the important role of the curriculum development to meet the needs of the ideological basis of the Pakistan.

KEYWORD: تعلیم، نصاب، نظریاتی اساس، اسلامی نظریۂ حیات، دستور پاکستان

* پی ایچ۔ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

ملک و قوم مخصوص نظریات کی بنا پر وجود میں آتی ہیں اور ان کی بقا اور تحفظ کے لیے بھی کچھ مخصوص تقاضے ہوتے ہیں جن کے حصول کے لیے آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ایسا نصابِ تعلیم تشکیل دیا جاتا ہے جس سے ان تقاضوں کے حصول کو ممکن بنایا جا سکے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی بحیثیتِ اسلامی ریاست نظریاتی اساس کیا ہے؟ اس نظریاتی اساس کے کیا کیا تقاضے ہیں اور ان تقاضوں کے حصول کے لیے کون کون سے اقدامات کرنا ضروری ہے؟ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارا موجودہ نصابِ تعلیم پاکستان کی اس نظریاتی اساس کے تقاضوں کے حصول کے لیے کس حد تک موثر ہے؟؟ اور اس میں کیا تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں؟؟

اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ نصابِ تعلیم کا جائزہ لیا جائے اور اس کا تجزیہ کیا جائے کہ کیا ہمارا نصابِ تعلیم پاکستان کی نظریاتی اساس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا نہیں؟

اس تحقیق سے نصاب سازی کرنے والی کمیٹیوں کو رہنمائی حاصل ہو گی اور وہ نظریاتی اساس کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نصابِ تعلیم میں تبدیلیاں یا ترمیم کر سکیں گے اور نصابِ تعلیم کے معیار اور کوالٹی کو بلند کر سکیں گے۔

اس تحقیق میں پاکستان کی نظریاتی اساس اور اس کے تقاضوں کو زیرِ بحث لایا جائے گا اور موجودہ نصابِ تعلیم پر اس انداز سے بحث کی جائے گی کہ آیا وہ اس نظریاتی اساس کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا نہیں۔

پاکستان کی نظریاتی اساس

پاکستان کی نظریاتی اساس کا قیام دینِ اسلام پر ہے اور دینِ اسلام پاکستان کے مسلمانوں کو ایک ایسا ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہے جو افراد کی دینی اور دنیاوی کامیابی کی ضمانت اور پاکستان کی نظریاتی اساس کا مکمل تحفظ ہے لیکن اسلامی نظریۂ حیات کے تحفظ کے لیے دینِ اسلام ہی سیاسی تنظیم یعنی پاکستان کے قیام کے ساتھ ساتھ اس کے استحکام اور دفاع کو ضروری سمجھتا ہے کیونکہ کوئی نظریاتی اساس کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو اس وقت تک بیکار ہے جب تک اس پر مضبوط عمارت نہ کھڑی کی جائے اور جب اس عمارت میں رہنے والے اس نظریۂ حیات پر عمل کرنے والے اور ایمان رکھنے والے افراد موجود ہوں، اس کے لیے مل جل کر کام کرنے کا ارادہ ان میں کار فرما ہو اور یہ افراد اپنے ارادے، ایمان اور عمل کرنے کے جذبہ پر جتنا زیادہ پختہ ہوں گے تو ان کی زندگی کا سفر بھی بہتر

انداز سے طے ہو گا،[1] یہی نظریہ حیات افراد کے ساتھ ساتھ پاکستان کو اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کرنے کا حکم بھی دیتا ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تمام ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے افراد کو اسلامی نظریہ حیات کے مطابق زندگی بسر کرائے اور ان کے درمیان اسلامی اقدار اور ثقافت کی نشوونما کرے[2]، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾[3]

"دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے)۔ یہ خدا رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔"

انسانی اجتماعیت جب اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس نظریہ حیات کو اپنا لیتی ہے تو زندگی کے ہر میدان میں کامیابی وکامرانی ان کا مقدر بن جاتی ہے، تاریخ انسانی بھی اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی انسانی اجتماعیت نے وحی الٰہی کی ہدایات کے مطابق اپنی سیرت وکردار کی تشکیل وتعمیر میں غفلت، لاپرواہی اور بے نیازی اختیار کی تو تباہی ان کا مقدر بن گئی اور آج بھی انسانی زندگی کی ہولناکیوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے: انسان کا اپنے خالق کے عطاکردہ نظریہ حیات سے بغاوت کرتے ہوئے خود ساختہ نظریہ حیات میں انسانی راحت کی تلاش میں ہے جو انسانیت کو تباہی کی جانب دھکیلتی چلی جاتی ہے جس کی مثالیں ہمیں تاریخ سے ملتی ہیں جیسے دونوں جنگِ عظیم کے علاوہ فلسطین، بوسنیا، افغانستان، عراق، ایران، کشمیر اور برما کی ہولناک صورتحال اور نتائج سب کے سامنے ہیں۔

آثارِ قدیمہ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ان کی کئی صدیوں پر محیط تحقیقات نے یہی ثابت کیا ہے کہ ماضی میں جتنی بھی قومیں گزری ہیں وہ قومیں صرف اپنی نظریاتی استحکام کی بنیاد پر قائم تھیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے پاس مادی وسائل بھی وافر مقدار میں موجود تھے لیکن ان وسائل کے ساتھ ساتھ ان کا ایک مخصوص نظریہ حیات تھا جس کے استحکام اور دوام میں ان کے مذاہب نے بڑا اہم کردار ادا کیا، یہی مخصوص نظریہ حیات ان کی پہچان

---

[1]۔ نعیم صدیقی، تعلیم کا تہذیبی نظریہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، مئی 2009ء: ص58

[2]- قریشی، ایم اے، پاکستان میں تعلیم کے تناظر، مجید بک ڈپو، لاہور، 1978ء: ص271

[3]۔ الاعراف 54:7

بھی تھا اور ان کی بقا کا ذریعہ بھی تھا کیونکہ وہ اس نظریۂ حیات کے تحفظ کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور تاریخ گواہ ہے کہ جس دن انھوں نے اپنے نظریۂ حیات کو نظر انداز کر دیا اس دن ان کا زوال ان کا مقدر بن گیا اور اسی ہٹ دھرمی میں نہ صرف وہ معدوم ہو گئیں بلکہ ان کا نظریۂ حیات بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور آج ان کا نام لینے والا بھی باقی نہیں۔

یہ نظریہ ہی تو ہے جو انسان کو ہم آہنگ اور یکسو کرتا ہے، افراد کو باہم اتحاد و یکجہتی سے مالا مال اور اعلیٰ اخلاق سے مزین کر کے اشرف المخلوقات کے عہدے پر فائز کرتا ہے اور ان افراد کی اصلاح کے ذریعہ معاشرے کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے اور ریاست کو ضابطۂ حکومت بھی فراہم کرتا ہے۔[1] کوئی ملک جب کسی مخصوص نظریۂ حیات کو اپناتا ہے اور وہ نظریۂ حیات ایک طویل عرصہ تک اس ملک کے تمام افراد کی عادات میں شامل ہو جاتا ہے تو دوسرے ممالک اور قوموں کے درمیان یہ نظریۂ حیات اس ملک کی نظریاتی پہچان بن جاتا ہے اور جب تک یہ ملک اپنے نظریۂ حیات کی بقا، تحفظ، نشوونما اور ترویج و اشاعت کے لیے نمایاں اقدامات کرتا رہے گا اور اس کے افراد اس پر عمل درآمد کرتے رہیں گے دوسرے ملکوں کے درمیان میں اس ملک کی نظریاتی پوزیشن مضبوط ہوتی چلی جائے گی جس کی بنیاد پر اس کی ساکھ مضبوط ہوتی چلی جائے گی جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دوسرے ملکوں پر اس ملک کا ایک رعب و دبدبہ قائم ہو جاتا ہے جس سے اسے نہ صرف مادی ترقی نصیب ہوتی ہے بلکہ اس کا دفاع بھی مضبوط ہوتا ہے۔

دینِ اسلام کو خالق و مالک نے انسانی رہنمائی کے لیے بہترین شکل میں، عملی ثبوت اور عملی نمونہ کے طور پر نبی کریم ﷺ کے ذریعہ مکمل کیا، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ایسی عظیم ہستی بنا کر بھیجا کہ آپ ﷺ نے چند سالوں میں پوری دنیا کے سامنے مسلمانوں کی ایک مضبوط اور مستحکم نظریاتی پوزیشن قائم کر دی، آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے آپ ﷺ کی تعمیر کی ہوئی بنیادوں پر ملتِ اسلامیہ کی نظریاتی پوزیشن کو مزید مستحکم کرنے اور اس کی ترویج و اشاعت کا کام تیس سال تک جاری و ساری رکھا جو مزید ایک ہزار سال تک درخشاں اسلامی تہذیب و تمدن کی بنیاد بنی، ان ادوار میں اسلامی حکومتوں کے اتار چڑھاؤ بھی ہوتے رہے لیکن ان اتار

---

[1] علوی، مستفیض احمد، مغربی جمہوریت۔ حقیقت اور سراب، بہ اشتراک ادارہ نور سحر و بیت الحکمت، لاہور، 2003ء: ص8

چڑھاؤ سے ایک بات اور ثابت ہو گئی کہ جو بھی اسلامی حکومت اپنی نظریاتی بنیادوں کی مضبوطی اور تحفظ کے لیے دینِ اسلام کا عطا کردہ با قاعدہ ضابطۂ حکومت اپناتی رہی وہ عروج کا سفر طے کرتی رہی اور جس نے اس سے انحراف کیا وہ بکھرتی چلی گئی۔[1]

پاکستان بھی اسی نظریۂ اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے اور اسلام ایک ایسی عالمگیر طاقت ہے جو پاکستانی عوام کو ایک نقطہ پر لا کھڑا کرتی ہے اور ان میں محبت، یگانگت اور اتحاد کا رشتہ استوار کرتی ہے اور موجودہ حالات جس ڈگر پر جا رہے ہیں ان میں پاکستان کا تحفظ اور استحکام انتہائی ضروری ہے تا کہ پاکستان ہر قسم کے اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رہ سکے اور دنیا کی دوسری بڑی طاقتور قوموں کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر سکے لیکن پاکستان کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس کی عوام اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں،[2] پاکستان کو اسلام کا قلعہ بھی کہا جاتا ہے اور اس قلعہ کی حفاظت انتہائی ضروری ہے تا کہ دنیا کو معلوم ہو سکے کہ پاکستان جس نظریہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا وہ نظریہ آج بھی موجود ہے بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے اور آج ہر پاکستانی اپنے وطنِ عزیز کے دفاع کے لیے کسی قربانی سے بھی گریز نہیں کرتا لیکن یہی جذبہ یہی ایثار آنے والی ہر نسل میں بھی سرایت کرانا ضروری ہے تا کہ پاکستان دینِ اسلام کے قلعہ کی ترجمانی کرتے ہوئے قیامت تک اس دنیا کے نقشہ پر قائم دائم رہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہم پاکستان کی نئی نسل کو اس نظریہ حیات کا عادی بنائیں گے اور اس کے تحفظ کے لیے انھیں تیار کریں گے اور انھیں باخبر رکھیں گے کہ پاکستان کی نظریاتی اساس کیا ہے؟ اور اس کی نظریاتی اساس کو مضبوط کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟ تا کہ انھیں بھی اندازہ ہو سکے کہ آج پوری دنیا میں پاکستان کی جو حیثیت اور مقام ہے اس میں پاکستان کی نظریاتی اساس کا قلیدی کردار ہے وہاں انھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بحیثیتِ مسلمان اور بحیثیتِ پاکستانی انھیں پاکستان کی نظریاتی اساس کے تحفظ اور بقا کے لیے کیا کردار ادا کرنا؟[3]

1۔ مغربی جمہوریت۔ حقیقت اور سراب: ص 9

2۔ پاکستان میں تعلیم کے تناظر: ص 264

3۔ عیسی خان، محمد، تعلیمی فلسفہ اور تاریخ، علمی کتاب خانہ، لاہور، 1996ء: ص 244

پاکستان کی نظریاتی اساس اور تحریکِ پاکستان

قیام پاکستان کے لیے جب تحریک کا آغاز کیا تو ان کے ہاتھوں میں صرف نظریۂ اسلام کی مشعل تھی جس سے تصورِ پاکستان کی چنگاڑی پھوٹی جس نے بر صغیر کے مسلمانوں کے دلوں کو گرما دیا ایک الگ وطن کا بیج بویا جنہوں نے اپنے خون پسینے اور آنسوؤں سے اس نظریہ کی آبیاری کی جس کی بنا پر پاکستان ایک آزاد مملکت کے طور پر نمودار ہوئی اور آج ہم اس نظریاتی اساس (جڑ) کو پاکستان سے کیسے الگ کر سکتے ہیں آج پاکستان ایک تناور درخت کی مانند ہے جس کی ہر شاخ، ہر پتے اور ہر پھول میں نظریۂ اسلام نقشِ تقدیر بن کر ثبت ہے،[1] اور جڑ کے بغیر درخت کا وجود بر قرار نہیں رہ سکتا یہی جڑ (اساس) درخت (پاکستان) کو ایک طرف مضبوطی فراہم کرتی ہے تو دوسری طرف اس کی نشو و نما (ترقی و تعمیر) کے لیے اسے خوراک اور پانی بھی فراہم کرتی ہے، قیامِ پاکستان کے بعد اس نظریہ کے تحفظ کی ذمہ داری پہلے سے اور بھی زیادہ بڑھ گئی کیونکہ بر صغیر پاک و ہند میں پاکستان کا قیام ایک معجزہ سے کم نہیں تھا اور اس وقت مسلمانوں کے سامنے پاکستان ایک جنت کے ٹکڑے کی طرح تھا جہاں اب وہ آزادی سے اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکتے تھے اور ایک ایسے خواب کی تعبیر انہیں مل چکی تھی جس کے لیے لاکھوں مسلمان جانوں کی قربانیاں دے چکے تھے قیامِ پاکستان کے بعد کوششیں ضرور کی گئیں کہ پاکستان کو اس کے نظریہ سے الگ کر دیا جائے اور پاکستان کے ساتھ اس کے اسلامی نظریۂ حیات کو بھی مسخ کر دیا جائے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان جن لوگوں کی قربانیوں سے وجود میں آیا ہے اور ایسے افراد جو آج بھی پاکستان کے لیے اپنی جانوں کی قربانیاں دینے سے گریز نہیں کرتے ان کی بدولت پاکستان تا قیامت دنیا کے نقشہ پر قائم رہے گا اور ترقی کی جانب ہمیشہ سفر جاری رکھے گا (ان شاء اللہ)۔

پاکستان کی نظریاتی اساس کے تقاضے

پاکستان کی نظریاتی اساس کے تقاضے

پاکستان جس نظریہ کی بنیاد پر قائم گیا اس کے تین اہم تقاضے ہیں جنہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا

[1]۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ: ص58،59

سکتا: پہلا تقاضا ایک ایسی "ریاست کے قیام کا تصور یا سوچ" ہے جس کی بنیاد نظریۂ اسلام پر ہو اور جس میں اسلامی نظریۂ حیات کو فروغ اور تحفظ حاصل ہو۔ دوسرا اہم تقاضا اس ریاست کو اسلامی ریاست کے پیکر میں تراشنا تھا یعنی اس اسلامی ریاست کے قیام کو عمل میں لانا، لیکن اسلامی ریاست کے قیام کے بعد یہ نظریہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایک تیسرا اہم تقاضا یہ ہے کہ پاکستان کے پیکر میں یہ اسلامی نظریہ روح بن کر عملاً کام کرنے لگے[1]، جو ہر دور میں ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے اور یہ ایک ایسا وطن ہو جس میں مسلمان آزادی سے اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں۔ مسلمان اس وطنِ عزیز میں ایک قوم بن کر رہیں جس میں دینِ اسلام کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے یعنی ایک ایسی حکومت قائم کی جائے جو ریاست میں اسلامی قانون کے نفاذ کو ممکن بنا سکے اور سب سے اہم بات اس میں اسلامی تہذیب وثقافت کا پرچار اور غیر اسلامی تہذیب وثقافت کا خاتمہ کر سکے جس مقصد کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان حاصل کیا گیا۔ دینِ اسلام اتنا حسین اور منفرد نظریۂ حیات فراہم کرتا ہے جس کی بدولت مسلمان سیکڑوں سال ہندوؤں کے ساتھ رہنے کے باوجود بھی ان میں ضم نہ ہو سکے اور اپنے تشخص کو ہمیشہ قائم ودائم رکھا۔

یہی وہ تقاضے تھے جن کی بنیاد پر پاکستان حاصل کیا گیا اور اس کی تخلیق کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ دینِ اسلام پاکستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کا رہنما اصول ہو۔ انہی تقاضوں کی تکمیل کی غرض سے بلاشبہ اس دور کے چند حکمرانوں نے ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنے کی کوششیں بھی کیں[2]۔

قیامِ پاکستان کے نو سال بعد جب 1956ء میں پہلا آئین بنا اور پھر 1973ء میں پاکستان کا موجودہ آئین بنا تو اس میں پاکستان کے نظریاتی تحفظ کا پورا پورا اہتمام کیا گیا تو اس میں بھی ان تقاضوں کے حصول کے لیے وضاحت کے ساتھ یہ بیان کر دیا گیا کہ پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہو گا، جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے پکارا جائے گا۔ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہو گا اور قرارداد مقاصد میں دیئے گئے اصولوں اور شقوں کو دستور کا حصہ تسلیم

---

[1] ایضاً: ص58

[2] اسلامی تحریک۔ درپیش چیلنج: ص71

کیا جائے گا۔[1]

کچھ دانشوروں کا خیال ہے کہ پاکستان دو قومی نظریے کی پیداوار تھا اور پاکستان بننے کے بعد وہ نظریہ ختم ہو گیا اس لیے ان تقاضوں کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ حالانکہ اگر ہم تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ پاکستان ایک تصور کی پیداوار ہے جس کے دو نکات ہیں ان میں سے "دو قومی نظریہ" اس تصور کا اہم ترین حصہ ہے جب کہ تصورِ پاکستان محض دو قومی نظریہ تک محدود نہ تھا۔ اس تصور کا پہلا حصہ دو قومی نظریہ تھا جو ایک حقیقت ہے کیونکہ صدیوں تک ہندو اور مسلمان اکٹھے رہنے کے باوجود کبھی ایک قوم نہیں بنے، ان کا تشخص ہمیشہ جدا جدا رہا ہے وہ کبھی ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو سکے لیکن اس نظریہ یا سوچ کا واضح انداز میں دوسرا تقاضا یہی تھا کہ اس کے لیے ایک ایسے الگ وطن کا حصول ممکن بنایا جائے جسے "اسلامی اور فلاحی ریاست" بنایا جائے جس میں مسلمان آزادی سے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار سکیں اور اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکیں،[2] اور اپنے نظریہ کو حقیقت کا روپ دے سکیں، وہ ملکی وسائل کے مالک ہوں اور انہیں اپنی ترقی خوشحالی اور بہترین مستقبل کے لیے استعمال کر سکیں،[3] جہاں وہ اپنا اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام تعلیم واضح کریں اور عالمی سطح پر نام پیدا کر سکیں اور تصورِ پاکستان کا یہ حصہ ابھی تعمیر کے مراحل میں ہے جس کی تکمیل اسلامی نظریۂ حیات کے لیے انتہائی لازم وملزوم ہے

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا جو محض دو قومی نظریے کی بنیاد پر قیام پاکستان تک محدود نہ تھا بلکہ اسے ایک مخصوص اسلامی ریاست بنانا بھی اس نظریے کا اہم تقاضا تھا۔[4] جس کے لیے اہم اقدامات کرنا بہت ضروری تھے لیکن اس جانب آج تک توجہ نہیں دی گئی۔

---

[1]۔ اسلامی جمہوریۂ پاکستان کا دستور، ص:2

[2]۔ صفدر محمود، پاکستان کی نظریاتی اساس، استفادہ: 1 جنوری 2018، اشاعت:
http://hilal.gov.pk/index.php/hilal-urdu/item/2758-2017-05-09-08-22-13

[3]۔ پاکستان میں تعلیم کے تناظر، ص:260

[4]۔ اسلامی تحریک۔ درپیش چیلنج، ص:64

پاکستان کی نظریاتی اساس کے تقاضے اور موجودہ نصابِ تعلیم

ایمان کے بعد عمل صالح دین کا بنیادی تقاضا ہے۔ اس میں مدد دینے کے لیے ضروری ہے کہ ریاست اسلامی نظریۂ حیات کو خالص اور بے آمیز طریقہ سے نافذ کرے۔[1] اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی ریاست تعلیم وتربیت کا خصوصی نظام ترتیب دے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک نظریات کی ترسیل اور تحفظ کا امین ہو، دین اسلام کے نصب العین، پیغام اور مشن سے مطابقت رکھتا ہو اور اس پیغام کے مخالف فکری واخلاقی رجحانات کو مسترد کر کے خودی، خودداری اور ایجاد واجتہاد کی راہ اختیار کرنے والا ہو۔[2]

نظامِ تعلیم ہی کے ذریعہ نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے ترقی یافتہ دانش مند قومیں اپنے تعلیم وتربیت کے عمل میں مادی تعلیم کے ساتھ ساتھ نظریاتی تعلیم وتربیت کا بھی خصوصی اہتمام رکھتی ہیں۔ نظامِ تعلیم میں بنیادی چیز اس کے طے کردہ مقاصد ہیں جن کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے نصابِ تعلیم مرتب کیا جاتا ہے یعنی نصابِ تعلیم کو مقاصدِ تعلیم کے حصول کا آلہ کار بنایا جاتا ہے۔

نصاب کو انگلش میں کری کیولم (Curriculum) کہا جاتا ہے لفظ کری کیولم کا ماخذ لاطینی زبان کا لفظ "Courier" ہے جس کے معنی ہیں "ہموار راستہ" یعنی ایسا راستہ جس پر چل کر کوئی بھی فرد اپنی منزل مقصود پر آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نصاب وہ راستہ ہے جس پر چل کر افراد، اور اقوام یا معاشرے اپنی طے کردہ منزل مقصود پر پہنچتے۔[3]

عربی زبان میں نصاب کا مادہ نصب ہے جس کے معنی علامت اور بلندی کے ہیں،[4] یعنی نصاب فکر انسانی کی بلندی کی علامت ہے اور اس کے ذریعے افراد، اقوام اور معاشرے اپنی زندگی میں بلند مقام حاصل کرتے ہیں۔

---

[1]۔ یوسف القرضاوی، فکری تربیت کے اہم تقاضے، مترجم: سلطان احمد صلاحی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، طبع چہارم، 2006ء ص12، 13

[2]۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ: ص27

[3]۔شاہد، ایم اے، نصاب سازی اور انسٹرکشن، مجید بک ڈپو، لاہور، س ن، ص27

[4]۔الافریقی، ابن منظور، أبو الفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت الطبعه الثالثه، 1414ھ، 761-759/1

نصابِ تعلیم تدریس کے عمل کی ایک قابل دید پیداوار ہے جو کسی بھی معاشرے میں رائج معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور ثقافتی اقدار اور رائج طریقہ کار کا عکاس ہوتا ہے جو محض کتاب نہیں ہوتا بلکہ تعلّم کے لیے رہنما کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اسے تحریر نہیں کیا جاتا بلکہ تشکیل دیا جاتا ہے۔[1]

عام طور پر کسی بھی تعلیمی ادارے میں پڑھائے جانے والے مضامین اور کورسز کو نصاب کہا جاتا ہے،[2] لیکن مختلف ماہرین تعلیم "نصاب" یا نصاب تعلیم" کو مختلف انداز سے پیش کرتے ہیں جس سے نصاب تعلیم کو مختلف حوالوں سے سمجھنے میں مدد ملتی ہیں[3] نصاب کی ایک جامع تعریف کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے:

"نصاب تمام ذہنی، جسمانی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی سرگرمیوں کے ذریعے طلبہ میں مطلوبہ سیرت و کردار پیدا کرتا ہے۔[4] طلبہ کی صلاحیتوں کی نشوونما کرتے ہوئے ان کی بہترین تعلیم و تربیت کا وسیلہ بنتا ہے۔ یہ ایک ایسا "ایکشن پلان" ہوتا ہے جو افراد کی تعلیم و تربیت میں رہنمائی فراہم کرتا ہے،[5] جس میں مقاصد کا تعین بھی کیا جاتا ہے اور ان مقاصد کے حصول کے لیے لائحہ عمل بھی دیا جاتا ہے،[6] جو تعلیم، وقت، حالات اور ضرورت کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔[7] بہرحال نصاب کی کوئی محدود تعریف بیان کرنا ایک پیچیدہ اور مشکل عمل ہے۔

نصابِ تعلیم کو تعلیم کا قلب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ مقاصدِ تعلیم اگر منزل کی حیثیت رکھتے ہیں تو نصابِ تعلیم

1- ندیم حسن گوہر، محمد مرتضیٰ ملک، ٹیکسٹ بک ڈویلپمنٹ، مراد علی پبلیکیشنز، لاہور، س ن: ص168

2 -Oxford dictionary of education.online

3- محمد موسیٰ ملک، شازیہ رشید، تدوین نصاب اور تدریس، جدران پبلیکیشنز، لاہور، 2012ء: ص15

4- 286.Kerr, J.F. Changing the Curriculum. University of London Press. London, 1968.

5۔ نصاب سازی وانسٹرکشن، ص:32

6-Ralph, W.Tyler. Basic Principals of curriculum and Instruction. Forward by peter and Hilcowitch, University of Chicago Press،. Chicago, 1949:pi

7-Walton, J. The Curriculum in the Changing World. Armidale, N.S.W.: University of New England. England,1976:p 6

جادۂ منزل کی حیثیت رکھتا ہے اور منزل تک پہنچنے کے لیے جادۂ منزل سے آگاہی انتہائی ضروری ہے،[1] اور ہماری منزل دینِ اسلام کے مطابق اپنی نئی نسل کی تعلیم وتربیت کرنا ہے دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہمارا موجودہ نصابِ تعلیم ہماری نظریاتی اساس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے یا نہیں؟

قیامِ پاکستان کا سب سے پہلا تقاضا یہی تھا کہ مسلمانوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم مل جائے جہاں وہ اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کر سکیں، چونکہ دینِ اسلام کے مطابق زندگیاں گزارنے کے لئے افراد کی تعلیم انتہائی لازم ہے اور افراد کی تعلیم کا انحصار نصابِ تعلیم پر ہوتا ہے جو چند علوم پر مشتمل ہوتا ہے جس سے انسان کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں

ابن خلدون فرماتے ہیں:

"والكتابة من بين الصنائع أكثر إفادة لذلك، لأنها تشتمل على العلوم والأنظار بخلاف الصنائع. وبيانه أن في الكتابة انتقالاً من الحروف الخطية إلى الكلمات اللفظية في الخيال، ومن الكلمات اللفظية في الخيال إلى المعاني التي في النفس، فهو ينتقل أبداً من دليل إلى دليل، ما دام ملتبساً بالكتابة وتتعود النفس ذلك دائماً. فيحصل لها ملكة الانتقال من الأدلة إلى المدلولات، وهو معنى النظر العقلي الذي يكتسب به العلوم المجهولة، فتكسب بذلك ملكة من التعقل تكون زيادة عقل. ويحصل به مزيد فطنة وكيس في الأمور، لما تعودوه من ذلك الانتقال"[2]

یعنی تحریری نصاب زیادہ افادیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ یہ چند علوم پر مشتمل ہوتا ہے۔ تحریر میں حروف سے الفاظ اور الفاظ سے معانی کی طرف، جو نفس میں قائم رہتے ہیں ذہن متوجہ ہوتا ہے اور نفس کے اندر دلائل سے مدلولات کی طرف منتقل ہونے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے جو نامعلوم کو حاصلکرنے میں مدد کرتا ہے اور نامعلوم علوم کو بار بار حاصل کرنے سے عقل و دانش میں اضافہ

---

[1] ۔پاکستان میں تعلیم کے تناظر: ص276

[2] -ابن خلدون، ابوزيد عبدالرحمن بن محمد، مقدمه ابن خلدون، دار الفكر، بيروت الطبعة الثانية، 1408ھ / 1988 م: ص245

ہوتا ہے اور دیگر تمام باتوں کی سمجھ بوجھ اور ہوشیاری میں اضافہ ہوتا ہے۔"

یہ نصابِ تعلیم ہی ہے جس کے ذریعے انسان وہ علوم حاصل کرتا ہے جن سے وہ پہلے ناواقف ہوتا ہے۔ اس سے اس کی عقل ودانش میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں تمام کاموں اور باتوں کی سمجھ بوجھ، طبعی ہوشیاری اور ذہنی بیداری پیدا ہوتی ہے اس کے علاوہ یہ افراد میں علم وہنر سکھانے کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے جس سے معاشرے میں ان کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور اسی بنیاد پر افراد میں استدلال کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

لیکن ہمارا موجودہ نصابِ تعلیم افراد میں کسی قسم کی ذہانت، اعلیٰ سوچ، عقل ودانش اور سمجھ بوجھ میں اضافہ نہیں کرتا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں بلکہ مختلف قسم کے علوم کی پیچیدگیاں انسانی عقل ودانش کو سلب کرلیتی ہیں اور انھیں صحیح اور غلط کی پہچان تک نہیں ہوسکتی۔

قیامِ پاکستان کا دوسرا اہم تقاضا یہ تھا کہ سارے شہریوں میں ایک قوم ہونے کا تصور مستحکم ہوتا اور پوری قوم کو اتحاد واتفاق سے زندگیاں گزارنے کی تربیت نصابِ تعلیم ہی کے ذریعہ دی جاتی ہے جو قوم کو اتحاد کے ساتھ رہنے کی ذہنی تشکیل وتعمیر کرتا ہے اور اسی اتحادِ ملی کے بل بوتے پر ملت وملک کی قیادت ورہنمائی کی صلاحیت عطا کرتا اور ماضی میں اتحادِ ملی پر مبنی قدیم ذخیرۂ علوم وتصنیفات سے مستفید کرتا ہے، بلکہ ملک وملت کی رہنمائی وذہن سازی کی صلاحیت پیدا کرنے میں خاص اور بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اسی اتحادِ ملّی کو مضبود بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے ان میں تحقیقی، تنقیدی اور تخلیقی سوچ پیدا کرتا ہے،[1] تاکہ حالات کے تقاضوں کی جانچ کرتے ہوئے پوری قوم امتِ واحدہ بن کر زندگی گزار سکے۔

لیکن ہمارا موجودہ نصابِ تعلیم میں ایسا کوئی مواد موجود نہیں ہے جس کے ذریعہ امتِ مسلمہ کی تعلیم وتربیت اتحادِ ملّی کے اہم مقصد کو پیشِ نظر کی جاسکے۔

قیامِ پاکستان کا ایک اہم تقاضا یہ بھی تھا کہ مسلمان ہر لحاظ سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں اور اپنے اسی تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے وہ ایک الگ وطن کے متقاضی تھے اور نصابِ تعلیم ایسا ہی ہونا چاہیے جو اس تقاضے کی تکمیل کرتا ہو کیونکہ نصابِ تعلیم ہی ایسا آلہ کار ہے جو انسان کی ضرورتوں کی حفاظت بھی کرتا ہے اور ان سے متعلق

---

[1]-GOP. Minimum Standarads for Quality Education in Pakistan:p6, Published by Ministry of Education,2017,

معلومات کو مقید کرتا ہے تاکہ بلند معیاری زندگی گزارنے کے لیے انسان اپنی زندگی میں کسی بھی وقت اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ نصابِ تعلیم ہی واحد ذریعہ ہے جس میں انسانی افکار وعلوم کے نتائج کو محفوظ کر کے انھیں دائمی بنا دیا جاتا ہے اور یہی نصابِ تعلیم معانی کے وجود کے رتبوں کو بھی بلند کرتا ہے اور پھر نہ صرف سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے بلکہ تعلیمی اداروں سے دور رہنے والے افراد کے لیے بھی یہ کتب رہنمائی کا کام کرتی ہیں،[1] جس سے انسانی عقل و تدبر میں اضافہ ہوتا ہے۔ نصاب انسان میں نئے نئے خیالات پیدا کرتا ہے اور اس کے لیے نئے نئے تجربات کی راہیں کھولتا ہے جس کی بنیاد پر وہ فطرت اور تاریخ کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرتا ہے۔ نصاب ہر مشکل کا حل نکالتا ہے، ہر کمزوری یا کوتاہی کا ازالہ کرتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کرنے کی راہیں نکالتا ہے، بھوک، پیاس، قحط، قدرتی آفات، درندوں اور جنگوں جیسے ہر چیلنج کا مقابلہ کرتا ہے بلکہ ایسے حالات میں انسان زیادہ تیزی سے متحرک ہوتا ہے کیونکہ وہ جان چکا ہے کہ اب انسان کے ناخن تدبیر اور سحر تسخیر کی بنا پر ہر مشکل کا حل اس کے پاس ہے اور یہ عقل وشعور انسان کو تعلیم ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے۔[2] لیکن ہمارا نصابِ تعلیم ایسا نہیں ہے کہ افراد میں اتنی اعلیٰ قسم کی خوبیاں اور مہارتیں پیدا کر سکے کہ وہ وقت اور حالات کا مقابلہ آسانی سے کر سکے۔

ایک اور اہم تقاضا نظریۂ پاکستان کی حفاظت اور ترویج تھا۔ پاکستان بننے کے بعد سب سے اہم کام یہی تھا کہ اب پاکستان کو ایک اسلامی ریاست قرار دے کر اس میں اسلامی قوانین کا نفاذ عمل میں لایا جائے اور نظریۂ پاکستان کی ترویج اور حفاظت کے لیے اس کی آنے والی نسلوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے اس مقصد کے لیے نصاب تعلیم بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، ایک طرف اس ملک کی مادی و نظریاتی ترقی اور تعمیر کا انحصار اس ملک کے نصابِ تعلیم پر ہوتا ہے تو دوسری طرف اس ملک و قوم کے نظریات کی اشاعت وترویج نصابِ تعلیم کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تین چیزیں ودیعت کی ہیں۔ ایک انسان کا بدن، دوسرے اس کا دل ودماغ اور تیسری وہ چیز وہ ہدایت جو ان سب سے اہم ہے جس کی راہنمائی میں تعلیم وتربیت کے ذریعے انسان کا دل ودماغ صحیح سمت

1۔ مقدمہ ابن خلدون، 2:241

2۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ، ص28

میں کام کرتا ہے۔[1]

پاکستان کا نصابِ تعلیم صحیح معنوں میں نظریاتی تعلیم کو اساس فراہم نہیں کر سکا۔ اس میں کہیں بھی نظریہ پاکستان کی جھلک دکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی کوئی مضمون بچوں میں نظریہ پاکستان سے محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے کیونکہ تعلیمی اداروں سے فارغ نوجوان اسلامی شعائر سے ناآشنا اور اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تہذیب وعلوم کی محبت یا دلچسپی سے بے نیاز ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں اتنا شعور ہوتا ہے کہ وہ غیر اسلامی مغربی فلسفہ کے رجحانات ونقصانات کو پہچان سکے،[2] نظریۂ پاکستان سے متعلقہ مضمون کو عام طور پر جغرافیہ اور تاریخ کے مضامین میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں مضامین ایلیمنٹری نصاب میں تو شامل ہیں لیکن ان کا امتحان پنجاب اگزیمی نیشن کمیشن لیتا ہی نہیں جس کی وجہ سے نہ اساتذہ اس مضمون کو پڑھانے میں دلچسپی لیتے ہیں اور نہ ہی بچے اس مضمون کو پڑھنے کا کوئی شوق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے نئی نسل نظریہ پاکستان سے ناآشنا ہوتی جارہی ہے۔

مسلمانوں کا معاشی تحفظ بھی پاکستان کی نظریاتی اساس کا اہم تقاضا ہے کیونکہ جو قوم اپنا معاشی تحفظ نہیں کرپاتی وہ اپنے عقیدہ وایمان، اخلاق وکردار، فکر وثقافت اور فرد ومعاشرہ کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے اور خاص طور پر اس وقت جب ایک طرف بے حد مالدار افراد ہوں تو دوسری طرف بیچارے غریب اور لاچار افراد جو ایک وقت کی روٹی کے لیے بھی ترستے ہیں،[3] اسی لیے سرسید احمد خان نے اپنے دور میں مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ اگر مسلمان اپنی پہچان، ساکھ اور مذہب کو بچانا چاہتے ہیں تو انھیں تعلیم ہی کے ذریعہ معاشی طور پر خود کو مستحکم کرنا ہوگا۔ اس لیے انھوں نے مسلمانوں کو دینی نصابِ تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید نصابِ تعلیم کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا تاکہ وہ معاشی استحکام حاصل کرکے غیر اسلامی استعماریت کا مقابلہ خود اعتمادی اور حوصلہ مندی سے کر سکیں۔[4]

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نصابِ تعلیم ایک اہم ذریعہ ہے جو امتِ مسلمہ کی نظریاتی اساس کے

1۔ ایضاً

2۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ: ص46

3۔ یوسف القرضاوی، اسلام اور معاشی تحفظ، مترجم، عبدالحمید صدیقی، بدر پبلی کیشنز، لاہور، 1978ء: ص15، 16

4۔ تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ: ص34، 33

تمام تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مسلمان قوم اپنی آنے والی نسلوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتی ہے اور اپنے اسلامی و قومی ورثہ کی بقا کی خاطر اپنی زندگی کا حاصلِ سفر اپنی نئی نسل کو سونپ کر اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے لیکن پاکستان میں اسلامی نظام اور اسلامی قانون کے بارے میں ہماری نظریاتی اور فکری کمزوریوں کی بدولت ملک کی موجودہ صورتحال انتہائی تشویشناک ہو چکی ہے۔ جتنا ہم اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں اتنا ہی نظریاتی اساس سے ہمارا تعلق کمزور ہوتا چلا جارہا ہے اور الیکٹرانک میڈیا نے ہماری نظریاتی اساس کو کمزور کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ میڈیا کے اس دور میں نظریاتی جنگیں میدان سنبھال رہی ہیں اور یہ نظریاتی الجھاؤ صرف ہمارے سیاسی اور ثقافتی حلقوں ہی میں نہیں ہے بلکہ زندگی کا ہر شعبہ نظریاتی الجھاؤ کا شکار ہو چکا ہے۔[1] چونکہ پاکستان بحیثیتِ اسلامی ریاست عالمی مغربی طاقتوں کو ہضم نہیں ہو رہا اسی لیے اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ نظریاتی جنگ کے میدان میں اُتر آئی ہیں۔ ان کا سب سے اہم وار پاکستان کی نظریاتی اساس کو کمزور کرکے نظریۂ پاکستان کا خاتمہ اور اسے ایک جمہوری ریاست قرار دینا ہے۔ کئی اسلامی ممالک ان غیر اسلامی طاقتوں کے اس وار کی نظر ہو چکے ہیں اور اب وہ پاکستان کے خلاف بر سرِ پیکار ہیں۔ حقیقت میں یہ جنگ پاکستان کے خلاف نہیں بلکہ اسلامی نظریۂ حیات کے خلاف ہے اور غیر اسلامی ادیان کی اشاعت و تبلیغ کے لیے لڑی جا رہی ہے۔

اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾[2]

"اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔"

مغربی دنیا نے سیاسی آزادی کے نام پر امتِ مسلمہ کو بیوقوف بنا کر باطل افکار کو بے نقاب کرنے والی رائے دہی کی آزادی، تنقید کی آزادی، تقریر و تحریر کی آزادی اور اجتماع کی آزادی سے محروم کر دیا ہے جبکہ اربابِ اقتدار کو

---

[1] محمود مرزا، مسلم ریاست جدید کیسے بنے؟، دارالتذکیر، لاہور، طبع اول، 2005ء: ص 7

[2]۔ البقرۃ 2:120

چھوٹ دے رکھی ہے کہ وہ اپنے عوام کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں،[1] یہ مغربی استعماریت کا ایک ہتھکنڈا ہے جس کے ذریعہ وہ پاکستان میں بھی اپنا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں اسی لیے تو علامہ اقبالؒ نے اپنے آخری خطبہ میں انسانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مغرب استعماریت کو قرار دیا ہے،[2] کیونکہ ان کی ساری کوششیں انسانی ترقی کے لیے نہیں بلکہ پوری دنیا میں اپنی اجارہ داری کے حصول کے لیے ہیں۔

مغربی طاقتیں تو رہی ایک طرف پاکستان کے اندر پاکستان کے بارے میں نظریاتی تصورات وافکار بدلتے دکھائی دے رہے ہیں اور اس میں وہ لوگ ملوث ہیں جن پر بانیانِ پاکستان نے خود گرفت کی تھی،[3] یہ دانشور ایسے ہیں جو دو قومی نظریے کے منکر ہیں اور پاکستان کے نظریاتی تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے پاکستان کو نفرت کی سیاست کا شاخسانہ کہتے ہیں اور کسی صورت یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ پاکستان کسی نظریۂ اسلامی کی بنیاد پر قائم ہوا ہے یا قائد اعظمؒ بھی نظریاتی لیڈر رہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ نظریۂ پاکستان اور نظریۂ اسلام کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ قائد اعظمؒ نے کھلے الفاظ میں وضاحت کر دی تھی کہ تصورِ پاکستان اور نظریۂ اسلام میں کوئی فرق نہیں ہے،[4] یہی لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان کی نظریاتی اساس کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوششیں کی ہیں اور ان کا یہی حربہ ہے کہ نظریۂ پاکستان سے محبت اور اس کے تحفظ کے جذبے کو نئی نسل کے دلوں میں اجاگر ہونے سے روکا جائے اس لیے وہ نصابِ تعلیم کو سیاسی مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

افراد کی تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ انسان اتنا باشعور، قابلِ فہم اور بالغ ہو جائے کہ دورِ جدید کے بدلتے حالات کی بدولت درپیش مسائل کو تحقیق، غور وفکر، مشاہدہ اور قدرت کے مطالعہ سے حل کر سکے[5] لیکن پاکستان کا نصابِ تعلیم ایسا ہے کہ سولہ سالہ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی نوجوان اس حالت میں تعلیمی

---

[1] ۔ یوسف القرضاوی، اسلامی نظام۔ ایک فریضہ، ایک ضرورت، مترجم محمد طفیل انصاری، البدر پبلیکیشنز لاہور، طبع اول، نومبر 1993ء :ص28

[2] ۔ خورشید احمد، اسلامی تحریک۔ درپیش چیلنج، انسٹی ٹیوٹ پالیسی اسٹڈی اسلام آباد، طبع دوم، 1995ء :ص63

[3] ۔ اسلامی تحریک۔ درپیش چیلنج :ص64

[4] ۔ ایضاً :ص64

[5] ۔ مسلم ریاست جدید کیسے بنے؟ :ص9

اداروں سے فارغ ہوتے ہیں کہ نہ تو ان میں کوئی اسلامی شعائر کا رنگ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی ان میں اسلامی تہذیب وثقافت کی محبت یا دلچسپی دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی ان میں اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ مغربی فلسفہ پر تنقید کر سکیں اور فکر و تحقیق کے ذریعہ اسلامی تہذیب وعلوم کے سرمایہ کا سراغ لگا سکیں یہی چیز مسلم معاشروں کی ہر سو تنزلی کا باعث بنی۔[1] ایسے ذہنوں والے نوجوانوں پر کوئی بھی پارٹی حکومت کرے، کسی کی بھی وزارتِ عظمیٰ قائم ہو، اور کیسے ہی عظیم منشور اور دستاویز ملکی فضاؤں میں لہرائے جائیں انھیں ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تو ایسے حالات میں کسی قسم کی ترقی نہیں ہو سکتی، نہ مادی اور نہ نظریاتی[2] اور عالمی طاقتیں یہی تو چاہتی ہیں اور ہر ملک پر اپنی حاکمیت قائم کرنے کے لیے اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا ان کا شیوہ ہے تا کہ تمام ملکوں کو کنٹرول کر کے خود عالمگیر حکمران بن کر پوری دنیا پر حکمرانی کر سکیں اور اپنی من مانی کر سکیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴾[3]

"اور جب تم ان (کے تناسب اعضا) کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں (کیا ہی) اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو تم ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہو (مگر فہم وادراک سے خالی) گویا لکڑیاں ہیں جو دیواروں سے لگائی گئی ہیں، (بزدل ایسے کہ) ہر زور کی آواز کو سمجھیں (کہ) ان پر بلا آئی، یہ (تمہارے) دشمن ہیں ان سے بے خوف نہ رہنا۔ خدا ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔"

دنیا کی پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام دشمن عناصر اسلام سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں اور اسی لیے دینِ اسلام اور پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں اور سب سے پہلے مسلمان قوم کے نظامِ تعلیم

---

[1]۔ ایضاً

[2]۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ: ص46

[3]۔ المنافقون 63:4

میں پڑھائے جانے والے نصابِ تعلیم ہی کو بدلنے اور اسے اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق تشکیل دینے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔[1]

اسی لیے مغرب کا سب سے پہلا حملہ پاکستان کے نصابِ تعلیم پر ہوتا ہے تاکہ پاکستان کے مسلمانوں کے اندر ایک طرف نظریاتی چاہت کو ختم کرتے ہوئے اسلامی نظریۂ حیات کو ختم کر دیا جائے تو دوسری طرف صنعتی وپیداواری صلاحیت و ٹیکنیکل مہارت سے محروم کرتے ہوئے انھیں معاشی طور پر بد حال کر دیا جائے تاکہ اس معاشی بدحالی سے تنگ آ کر اپنے نظریات پر سمجھوتہ کرتے ہوئے وہ مغربی ترقی یافتہ ممالک سے امداد طلب کریں جس کے بدلے وہ اپنی شرائط لاگو کریں اور پورے یورپ اور یورپی تہذیب وثقافت اور اس کے قائدانہ کردار اور سبھی کا خاتمہ کرنے والی پورے عالمِ اسلامی کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار نہ ہونے دیا جائے۔

ہر پاکستانی کو دینِ اسلام کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کا پورا حق ہے۔[2] اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قیامِ پاکستان کے بعد سے لے کر آج تک جتنی بھی تعلیمی پالیسیاں، منصوبہ جات اور کمیشن بنے، کانفرنسز منعقد ہوئیں یا دستاویز بنے سب میں تعلیم کا ایک اہم مقصد پاکستان کا اسلامی کردار قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس مقصد کے حصول کے لیے افراد کی سیرت و کردار کی تعمیر و تشکیل ایک انتہائی لازمی امر ہے اور اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ سکولوں میں نظریاتی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے[3] اس کے علاوہ جو نظریاتی اسلامی بنیادیں پاکستان کی تخلیق کا باعث بنیں انہیں مختلف سطحوں پر نصابِ تعلیم کا حصہ بنایا جائے،[4] تاکہ یہ انقلاب تعلیم کے ذریعہ لایا جائے لیکن بدقسمتی سے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح نصابِ تعلیم میں بھی اس انقلابی عمل کا آغاز نہ ہو سکا جو ہمیں پاکستان کی غایتِ وجود کی راہ پر گامزن کر سکتا اور نہ ہی ہمارے طرزِ عمل میں ایسی تخلیقی روح کار فرما ہوئی جو پاکستانیوں کو ایمانی و تہذیبی شعور کی روشنی میں زندگی کی نئی راہیں نکالنے کے لیے متحرک کر سکے،[5] اور اس

1۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ: ص33

2-اسلامی جمہوریۂ پاکستان کا دستور: آرٹیکل 20(الف)

3۔ پاکستان میں تعلیم کے تناظر: ص42، 43

4۔ شاہد، ایس ایم، سیکنڈری تعلیم، مجید بک ڈپو، لاہور، طبع اول، 2011ء: ص292

5۔ تعلیم کا تہذیبی نظریہ: ص32

کے نفاذ کی ذمہ داری حکومت پر ہوتی ہے لیکن حکومتِ پاکستان اس معاملے میں سنجیدگی سے عمل کرتی دکھائی نہیں دیتی۔

جدید دور میں طاقتور قوموں کی توجہ روائتی جنگوں سے ہٹ کر نظریاتی جنگوں کی جانب مبذول ہو چکی ہے۔ نظریاتی جنگ میں میدان مارنا زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے جس میں فوجوں، جنگی میزائل، توپوں اور مورچہ بندی کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ وہ جان چکے ہیں کہ عسکری طاقت کا استعمال مسلمانوں کے اندر اشتعال انگیزی اور سرکشی کو مزید بھڑکا دیتا ہے اس لیے انھوں نے نظریاتی فریب کا سہارا لیا ہے،[1] جس میں چند مخصوص حکمتِ عملیوں کو اپنا کر مستقل مزاجی کے ساتھ نظریاتی جنگوں میں فتح حاصل کی جا سکتی ہے اس کا بہترین حربہ نصابِ تعلیم کو بنایا جاتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ نصابِ تعلیم ہی وہ واحد راستہ ہے جو پاکستان کے مسلمانوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کرتا ہے، انہیں ایک نظریاتی اساس پر مستحکم کرتا ہے۔ اور اس کی خاطر قربانیاں دینے کے لیے ان میں جوش وجذبہ پیدا کرتا ہے۔ اہلِ مغرب نے نصابِ تعلیم میں من مانی تبدیلیوں کو اپنا ہتھکنڈا بنا لیا ہے جو پاکستانیوں کو فکری و نظریاتی پریشانی کا شکار کر رہا ہے اور انھیں شخصی آزادی کے نام پر ان کی نظریاتی اساس سے دور کرنے کی سوچ وفکر پیدا کرتا ہے اور یہ سلسلہ قیامِ پاکستان سے ہی چلا آ رہا ہے۔ ہر دور میں ہر نئی حکومت نے کوئی نہ کوئی پالیسی، منصوبہ جات، کمیشن یا کمیٹیاں بنائیں اور اپنے کام کو پہلے سے زیادہ کامیاب بنانے کے لیے بڑی بڑی سفارشات پیش کیں، ان کے عملی نفاذ کے لیے بڑی بڑی منصوبہ بندی کی لیکن پھر بھی ناکام ہو گئی اور یہ سلسلہ قیامِ پاکستان سے آج تک جاری ہے اور نظامِ تعلیم بہتری کے بجائے ابتری کی جانب بڑھ رہا ہے۔

تجاویز وسفارشات

- ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کرنے کے لیے جو بھی نصابِ تعلیم اپنائیں اس میں اپنے نظریات وعقائد اور افکار کو اپنے تہذیبی شعور کے ساتھ بہترین انداز میں پیش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطۂ حیات کی وراثت کو پانے کے لیے مضبوط ہاتھ سامنے آئیں جو اپنے اندر اس نظریۂ حیات کی تکمیل کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں اور آنے والے وقتوں میں دینِ اسلام

---

[1] اسلامی نظام۔ایک فریضہ، ایک ضرورت: ص24

کے بہترین تحفظ کی خاطر درپیش ہر طرح کے چیلنجز کا جواب بھرپور طریقہ سے جواب دے سکیں۔

- نظریۂ پاکستان کی ترویج اور آئین کی بالادستی حکومتِ پاکستان کا فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لیے اسے نہایت اہم اور ٹھوس اقدامات کرنا ہوں گے کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں نظام حکومت منتخب کرنے کا اختیار دیا ہے اور جہاں تک اس کی بنیاد کا تعلق ہے تو وہ قرآن وسنہ کے اصول ہیں۔
- نظریۂ پاکستان کے شعور کو زندہ رکھنے اور لوگوں کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے میڈیا کا بھرپور مثبت استعمال کیا جائے جس پر غیر ملکی نظریات کی تشہیر پر پابندی لگائی جائے اور اپنی اسلامی تہذیب وثقافت کی تشہیر کے لیے شعبہ اطلاعات ونشریات سے کام لے کر لوگوں کے دلوں سے نظریۂ پاکستان سے متعلق شکوک وشبہات کو دور کیا جائے اور حکومت پر یقین واعتماد پیدا کیا جائے۔
- افراد کی تعلیم وتربیت اور یاددہانی کے لیے نظریۂ پاکستان اور آئینی اصلاحات کو بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے منتخب شدہ نصابِ تعلیم کا لازمی حصہ بنادیا جائے۔
- اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور سے آج تک مسلمانوں کے تعلیمی اداروں میں نصابِ تعلیم کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں میں خاص طور پر ان مضامین کو ترجیح دی جاتی تھی جو انسان کو انسان بنانے میں روحانی اور اخلاقی قدروں کا مرکزی درجہ رکھتے تھے اس لیے بحیثیتِ مسلمان قوم ہمیں بھی اپنے نصابِ تعلیم میں ایسے مضامین کا انتخاب کرنا چاہیے جو بچوں کی اخلاقی تربیت بہتر انداز سے کر سکیں۔
- جہاں تک نصابِ سازی کا تعلق ہے تو نصاب سازی اس انداز سے نہیں کرنی چاہیے کہ کسی کو ڈاکٹر بنادیا جائے کسی کو سائنسدان، کسی کو انجنئیر یا کسی کو مذہبی سکالر بلکہ اس تصور کے ساتھ نصابِ تعلیم مرتب کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں عبد بنا کر بھیجا ہے اور اس حیثیت سے ہمیں کچھ ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں جنہیں احسن طریقہ سے نبھانا ہم سب کا فرض ہے تو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس طرح نصاب سازی کرنی چاہیے کہ ہر مضمون میں ایسی روح پیدا ہو جائے کہ اس سے تعلیم یافتہ ایک رکشہ چلانے والا، ایک ڈاکٹر، ایک استاد، ایک سائنسدان یا ایک فوجی اس جذبہ اور مقصد کے تحت کام کرے کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا عبد ہے اور اللہ کی رضا اور اتباع رسول ﷺ کے حصول کے لیے کام کر رہا

ہے۔

- تیز رفتار سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں عالمی اور قومی تقاضے تیزی سے بدل رہے ہیں اور علوم میں سب سے زیادہ اہمیت سائنسی علوم کو دی جا رہی ہے کیونکہ زندگی کے ہر شعبہ میں سائنس داخل ہو چکی ہے۔ دفاع کا میدان ہو یا معیشت کی دوڑ، سیاست کی جنگ ہو یا سیاحت کی تشہیر، تعلیم و تربیت کی بات ہو یا تجربات کا انتخاب؛ ہر میدان میں سائنس نے گھر کر لیا ہے لیکن اس کے لیے پوری قوم کو سائنسدان بنانے کی مہم غیر فطری ہے۔ پاکستان بھلے ہی ایک پسماندہ ملک ہے اور اسکے مالی وسائل محدود ہیں لیکن اس میں بھی اس جدیدیت اور ترقی کا عمل تیز کرنے اور عوام میں تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے نئے معاشرتی رویوں اور سائنسی سوچ و فکر کی ضرورت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم کے ہر فرد کو بہترین تعلیم و تربیت کے ذریعہ ہر محاذ کے لیے تیار کر کے اپنے ملّی و قومی تشخص کا تحفظ اور دفاع ہر صورت ممکن بنایا جائے۔

حاصلِ بحث

درج بالا بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ نصابِ تعلیم ایسا ذریعہ ہے جو امتِ مسلمہ کی نظریاتی اساس کے تمام تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ اس کے ذریعہ مسلمان قوم اپنی آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہے اور اپنے اسلامی و قومی ورثہ کی بقا کی خاطر اپنی زندگی کا حاصلِ سفر اپنی نئی نسل کو سونپ کر اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی وراثت میں بہترین اضافہ کر کے اگلی نسلوں کو منتقل کریں جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کرنے کے لیے جو بھی نصابِ تعلیم اپنائیں اس میں اسلامی نظریات وعقائد وافکار کو اپنے تہذیبی شعور کے ساتھ بہترین انداز میں پیش کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطۂ حیات کی وراثت کو پانے کے لیے مضبوط ہاتھ سامنے آئیں جو اپنے اندر اس نظریۂ حیات کی تکمیل کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں اور آنے والے وقتوں میں دینِ اسلام کے بہترین تحفظ کی خاطر درپیش ہر طرح کے چیلنجز کا جواب بھرپور طریقہ سے دے سکیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان میں اس نظریۂ حیات کی دعوت و تبلیغ کی صلاحیت بھی موجود ہو تاکہ انسانیت کو دنیا اور آخرت کے خسارے سے بچایا جا سکے۔